

ایس۔ ایم سراج الحق

اُس روز غائب ہونے والے
تمام انصار کا پتا چل گیا
مگر صرف وہ خوبصورت
عورت

برسات ہی رات کا شریب



افشار

یہ ایک چھوٹی سی جاسوسی کہانی ہے۔ مختصر جاسوسی کہانیوں کے ساتھ سب سے بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ اگر ان میں اختصار کا خیال رکھا جائے تو واقعات پوری طرح سمٹ نہیں پاتے اور دلچسپی برقرار نہیں رہتی۔ میں نے اس کہانی کو اس لئے منتخب کیا ہے کہ ایک تو یہ اپنے طرز کی خاصی منفرد کہانی ہے دوسرے اس میں اختصار کے خوبی کو قائم رکھتے ہوئے چند صفحات میں پوری کہانی کو تمام تر دلچسپی کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔
(شکیل عادل زادہ)

مسلسلے ڈیڑھ گھنٹے سے ہارٹس کیسا زنگار سے ہو رہی تھی۔ ہوا کے تیز تھپیروں نے اس کی شدت میں کچھ اور اضافہ کر دیا تھا۔ انسپکٹر سلیم کئی بار کمرے سے باہر آ کر ہارٹس کی تیزی کا جائزہ لے چکا تھا اسے ہر قیمت پر ساڑھے پانچ بجے وکیل خاؤر کے پاس پہنچنا تھا۔ ان دونوں ایک کیس نے اسے خاصی الجھن میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اپنی دس سالہ پولیس ملازمت کے دوران وہ پہلی بار کسی کیس میں کافی ٹنگ و دو کے بعد شک کے مرحلے سے آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ یہ پچھلے ہفتے کی ہی بات تھی ہارٹس نے گزشتہ پندرہ دن سے نہ تھکنے کا تہیہ کر رکھا تھا بوند باندی کا نہ رکنے والا سلسلہ تو ہر وقت جاری رہتا۔ ایسی حالت میں شہری اور دفاعی رضا کاروں کے علاوہ پولیس کی ذمہ داریوں میں بھی بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے ہزاروں افراد بے گھر ہو گئے تھے اور طرح طرح کے بے شمار مسائل اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ شہر کی پوری انتظامیہ ان ... مسائل کے حل میں سرگرم تھی۔ انسپکٹر سلیم کو ہارٹس میں لاپتہ ہو جانے والوں کی تلاش کی ذمہ داری تفویض کی گئی تھی ان میں سے اکثر کو وہ بحفاظت تمام گھر پہنچا چکا تھا اور بعض افراد کا پتا چلانے میں وہ کامیاب

ہو گیا تھا۔ لیکن ایک خاتون جو اس رات نصف شب کے بعد گم ہو گئی تھی ہنوز تاریکی میں تھی۔ بظاہر تو اس کے گم ہونے میں کوئی راز پنہاں نہیں تھا لیکن انسپکٹر سلیم جو جرائم کی بعض بخوبی پہچانتا تھا اس معاملے میں کسی جرم کی پوسٹنگھ رہا تھا۔ لیکن اسے اب تک کوئی ایسا سراغ نہیں ملا تھا جو اس کے خیال کی تائید کر سکتا بہت غور و خوض کے بعد اس نے وکیل خاؤر سے مدد لینے کا فیصلہ کیا تھا جس نے کئی معاملوں میں نمایاں طور پر اس کی رہنمائی کی تھی۔

وہ ایک بار پھر برآمدے میں نکل آیا۔ ہارٹس لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے تشویشناک نگاہوں سے نہ تھکنے والے برستے ہوئے پانی کو دیکھا اور بے چینی سے برآمدے میں ٹھہرنے لگا۔ گھڑی پر اس نے نظر ڈالی تو پانچ بج کر بیس منٹ ہو چکے تھے۔

اس نے کمرے میں جا کر بڑی تیزی میں برساتی لباس زیب تن کیا اور پارکنگ شید کی طرف ہٹا۔ ہارٹس کے چمکیلے تار اس کے اور کار کے درمیان حائل تھے ہارٹس کی اس شدت نے اسے دم بھر کے لئے بے بس کر دیا، لیکن دوسرے ہی لمحے وہ آگے بڑھ کر اپنی کاریں بیٹھ چکا تھا۔ اس نے

پھرتی سے اپنی کار پیچھے کی طرف موڑی اور تیزی کے ساتھ بیرونی پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔

پر بیٹھ گیا۔ خاور کتاب پر سے نگاہیں اٹھا کر اسکی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا: ”مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے حالانکہ بارش بہت تیز ہو رہی ہے۔ مجھے تمہارے یہ اصول بہت پسند ہیں۔“

”شکریہ۔“ سلیم مسکراتا ہوا بولا: ”لیکن ہمیں جلد ہی اصل موضوع پر آ جانا چاہیے!“

”ہاں.....! ہاں.....! کیوں نہیں۔“ وہ سگار کا ڈبا اسکی طرف بڑھاتا ہوا بولا: ”تم فوراً اپنی مشکل بیان کرو۔“ پھر وہ مسکراتا ہوا بولا: ”میرے خیال سے یہ کوئی پیچیدہ معاملہ ہے ورنہ تم میرے پاس کبھی نہ آتے۔“

”بے شک سلیم اپنے لئے ایک سگار منتخب کرتا ہوا بولا: ”میرے خیال سے حالات ایسے ہیں کہ میں واقعتاً کی نوعیت کو سلجھانے سے قاصر ہوں۔ حالانکہ بات بظاہر معمولی ہے۔“ وہ خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔ خاور خاموشی سے اس کو دیکھتا رہا۔

”یہ پچھلے ہفتے کی بات ہے تمہیں معلوم ہے گزشتہ پندرہ دن سے کیسی قیامت خیز بارش ہو رہی ہے۔ پولس فورس کم ہونے کے سبب محکمہ سراغ رسانی کے کچھ انسپر بھی سیلاب زدگان کے رفاہی کاموں کی نگرانی کے لئے طلب کر لئے گئے ہیں۔ میرے ذمے گم شدہ افراد اور بھولے ہوئے لوگوں کو ان کے مقام تک پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔ خوش قسمتی سے میرے انتظام کی بدولت تقریباً تمام ہی لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ لیکن ایک خاتون جو پچھلے ہفتے کی نصف شب سے گم ہے اس کا معاملہ ہنوز تاریکی میں ہے۔“

”یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تمہارے لئے پریشانی

دکیل خاور کا گھر سڑک کے نسبتہ نشیبی علاقے میں واقع تھا۔ یہ سڑک پوری طرح پانی میں ڈوبی ہوئی تھی انسپکٹر سلیم کو اپنی گاڑی کئی فرلانگ پیچھے ہی روکنی پڑی۔ بارش اب کچھ کم ہو گئی تھی لیکن تیز بوند باندی اب بھی جاری تھی بہ مشکل تمام وہ پانی کے سیلاب کو عبور کرتا ہوا اس کے گھر پر دستک دینے میں کامیاب ہو گیا۔ دکیل کے ملازم کو اسے پہچاننے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہوئی اسے معلوم تھا کہ انسپکٹر اپنے دوست خاور سے ملنے کے لئے آنے والا ہے۔ سلیم کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ لاٹبری میں اس کا منتظر ہے۔ نوکر کی مدد سے اس نے برساتی کپڑے اتار کر کرسی پر ڈال دیے جس سے پانی برس برس کر فرش کو بھگور ہا تھا دکیل کے پاس جانے سے پہلے وہ اپنا حواس مجتمع کرنا چاہتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر کیلئے ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ کوئی پانچ منٹ بعد وہ لاٹبری کی طرف بڑھ رہا تھا۔

دکیل خاور بھاری تن و توش اور ابھری ہوئی چوڑی پیشانی والا ایک طویل قامت شخص تھا۔ بالوں کی ایک الجھی ہوئی لٹ سسل اسکی پیشانی پر جھونتی رہتی اسکی کالی گہری آنکھیں ہر وقت موٹی موٹی اور خار آلود نظر آتیں۔ لیکن اس وقت، جب وہ کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھا ان آنکھوں میں ایک انوکھی چمک عود کر آئی تھی۔ انسپکٹر سلیم پر وہ اٹھا کر اندر داخل ہوا..... خاور دروازے کی طرف پشت کئے بدستور مطالعے میں مصروف تھا۔ سلیم دبے پاؤں چلتا ہوا اس کے مقابل کی نشست

سبک ڈالنے

نے محسوس کیا کہ بارش تیز ہو چکی ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب کامران نے اپنی بیوی کا فون وصول کیا جو خاصی دور واقع ایک سینما ہاؤس سے بول رہی تھی اس نے بتایا کہ بارش ہونے کی وجہ سے اس کو ٹیکسی اور رکشا لینے میں دشواری ہو رہی ہے اس نے وہ اسے لینے کے لئے آجائے، کامران کے بیان کے مطابق وہ فوراً ہی اسے لینے کے لئے کارے کر روانہ ہو گیا۔ لیکن ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ پورا ٹھہرتا ریکی میں ڈوب گیا۔ اس رات موسم کی طوفانی بارش ہوئی تھی جس کے سبب شہر کا پاور اسٹیشن فیل ہو گیا تھا۔ سڑک پر مکمل تاریکی تھی کہیں کہیں اکا دکا گھریلو دیپے بند کھڑکیوں کے شیشے سے دھندلی دھندلی روشنی پھیلانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے کبھی کبھی کوئی کار یا ٹیکسی روشنی پھیلاتی ہوئی تیزی سے گزر جاتی۔ کامران کا بیان ہے کہ وہ بمشکل سینما گھر تک پہنچنے میں کامیاب ہوا، لیکن کافی تلاش کے باوجود وہ اپنی بیوی کا پتا نہیں چلا سکا اس خیال کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ شاید اس کو ٹیکسی مل گئی ہو اور وہ گھر پہنچ گئی ہو۔ وہ واپس گھر کی طرف مڑ گیا۔ لیکن گھر پر بھی اس کی بیوی نہ پہنچ سکی تھی۔ انسپکٹر سلیم خاموش ہو کر بچھے ہوئے سگاریں جلاتے کی کوشش کرنے لگا۔ خاور خاموش تھا۔ اسکی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

”یہ تو وہ واقعات ہیں جو ہمیں کامران کے ذریعے معلوم ہوئے اور جن کی شہادت ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن میں کامران کی اس کہانی سے کچھ مطمئن نہیں ہوں۔ بات کچھ اور ہی معلوم ہوتی ہے۔“ انسپکٹر سلیم خاموش ہو کر سگاری کا کش لگانے لگا۔ متھوڑی دیر



کا باعث ہو۔۔۔۔۔ خاور سگاریں سلگاتا ہوا بولا۔ ”میرے خیال سے تو یہ کیس سول پولس باآسانی حل کر سکتی ہے۔“ پہلے میرا بھی یہی خیال تھا اور میں نے ایک سب انسپکٹر کو اس کام پر مامور بھی کر دیا تھا، لیکن وہ ان تفتیش اس خاتون کے بارے میں جو حقائق سامنے آئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی گم شدگی میں کوئی راز ضرور پنہاں ہے اور کسی حادثے سے زیادہ یہ اس کے قتل کئے جانے کے امکانات پر بھی غور کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ یہ خاتون ایک مشہور فلمی اداکار کا کامران کی بیوی ہے۔ وقوعے کے روز کامران ایک فلم کی شوٹنگ میں مصروف تھا اور اس کی ساس باہر گئی ہوئی تھی۔ سورج غروب ہونے کے کچھ دیر بعد وہ لوکر سے یہ کہہ کر باہر چلی گئی کہ وہ فلم دیکھنے جا رہی ہے اور جلد ہی لوٹ آئے گی۔ کارچونکہ کامران نے گیا تھا اس لئے اس نے ٹیکسی منگوائی تھی اس وقت مطلع صاف تھا۔ کامران جب اپنے گھر واپس آیا تو ہلکی ہلکی بوند باندی کے ساتھ گرج چمک شروع ہو چکی تھی۔ اس کی ساس گھر واپس آچکی تھی۔ کھانے کے دوران اس



بعد وہ بولا — جب میں نے اس کیس کو ہاتھ میں لیا تو دوران تفتیش واقعات اس طرح گڈ مڈ ہوئے، کہ مجھے اس گمشدگی کے بارے میں کسی قدر مختلف انداز میں سوچنا پڑا۔ صورت یہ ہے کہ کامران فلموں میں آنے سے پہلے اسٹیج اور ریڈیو پر کام کرتا تھا۔ وہیں اس کی ملاقات اپنی بیوی سے ہوئی تھی جو ان دنوں ریڈیو پر نجمہ کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔ وہ ایک کامیاب ڈراما نویس اور نمایاں شخصیت کی مالک تھی شگفتگی اور مسکراہٹ ہمیشہ اس کے چہرے پر قصاں نظر آتی تھی۔ کامران اس کے کئی ڈراموں میں مرکزی کردار ادا کر چکا تھا، دونوں نے بہت جلد ایک دوسرے کو متاثر کیا اور جلد ہی وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ شادی کے کچھ عرصے تک دونوں نے کافی خوش و خرم دن گزارے لیکن جلد ہی کامران کو فلموں میں کام ملنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ فلموں کا مقبول ہیرو مانا جانے لگا۔ عام لوگوں اور بالخصوص خواتین میں وہ بہت مقبول ہونے لگا۔ چند فلمساز اور ہدایت کار اس بات سے بڑے خوش تھے کیونکہ اس کی یہ شہرت بہر حال انکی زیر تکمیل فلموں کی کامیابی کی دلیل تھی۔ تفتیش کے دوران بتا چلا کہ اکثر خواتین کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ انھوں نے اس کے قریب آنے کی کوشش کی۔ لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ کامران شادی شدہ ہے تو وہ ناکام و نامراد واپس ہو گئیں۔ تم جانتے ہو کہ فلمی اداکار اپنے خوش ساختہ رومانس اور بعض اوقات حقیقی رومانس کے سہارے شہرت کی سیڑھی پر چڑھتے آئے ہیں۔ کئی ایک فلمی اداکارائیں بھی اسکی زندگی میں داخل ہوئیں لیکن ان کا رومانس آگے نہ .. بڑھ سکا کیونکہ

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ وہ شادی شدہ ہے وہ ذلیعے پیچھے ہٹ جاتیں۔ ان باتوں کا اثر اس کے معاہدے پر پڑنا لازمی تھا۔ فلمسازوں نے جیب یہ دیکھا کہ اس کی مقبولیت گرتی جا رہی ہے اور وہ خواتین اب اسے پہلی نظروں سے نہیں دیکھتیں تو انھوں نے اس کے ساتھ معاہدے کرنا کم کر دیئے۔ میرا خیال ہے کہ کامران ان حالات میں جگمگ سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ ظاہر ہے وہ اس کو خود طلاق نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اس کے پاس ایسی کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا، اور نہ ہی وہ یہ عذر پیش کر سکتا تھا کہ نجمہ کی موجودگی اسکی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اگر ایسا ہے تو دراصل یہ صرف کامران کا خیال تھا کہ بیوی کی موجودگی اسکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ سچے ہوئے ناظرین اداکاروں کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ تاہم گمان ہے وہ جلد

از جلد بجمہ سے چھسکارا پانا چاہتا تھا جوں جوں وہ اس موضوع پر سوچا گیا ہوگا اس کے سامنے یہ بات عیاں ہوتی گئی ہوگی کہ صرف بجمہ کی موجودگی اس کی ترقی و اقبال کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ آہستہ آہستہ وہ اس سے پیچھے ہٹتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ دونوں جو کبھی ایک جان دو قالب تھے اب ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوتے گئے۔ دونوں میں جو ایک ربط خاص تھا وہ دور ہوتا گیا۔ کامران اپنا زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتا۔ غالباً وہ چاہتا تھا کہ بجمہ ان حالات سے سمجھوتا کرنے کے بجائے اس سے گلہ کرے یا انتقامی طور پر وہ دوسرے مردوں کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرے تاکہ اسے علیحدگی اختیار کرنے کے بجائے معقول مذر و اسباب فراہم ہو جائیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے بجمہ نے ان حالات سے سمجھوتا کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ کبھی اس کے دیر سے آنے پر اعتراض نہ کرتی اور نہ ہی ایکسٹرا لڑکیوں کے ساتھ گھنٹوں گھل مل کر باتیں کرنے پر وہ معترض ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ اسکی خاموشی نے کامران کو اور پریشان کر دیا ہوگا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد اس سے چھسکا رہا حاصل کرے۔ یہ بھی پتا چلا کہ بجمہ نے اپنا وقت گزارنے کے لئے ایک بار پھر ڈراما نگاری کی طرف اپنی توجہ مبذول کر لی تھی وہ اپنا زیادہ وقت گھر پر ہی گزارتی یا کبھی سیر و تفریح کے لئے باہر نکل جاتی تھی۔ وہ بڑی حد تک اپنے اور اپنی والدہ کے اخراجات خود ہی پورے کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ میرے اندازے کے

مطابق کامران نے اس سے علیحدگی حاصل کرنے میں ناکام ہونے کے بعد... اس کے خلاف کافی سوچا تھا یہاں تک کہ وہ حیر و شراور سفید و سیاہ کی تمیز بھلا بیٹھا۔ وہ چاہتا تھا اسے بغیر کسی وجہ کے طلاق بھی دے سکتا تھا۔ لیکن غالباً اپنے ضمیر کے ہاتھوں و بے بس ہو جاتا۔ شاید وہ یہ سوچتا تھا کہ بجمہ کو طلاق دیکر وہ چین سے نہ رہ سکے۔ بجمہ اس کو ہمیشہ ایک پست اور ذلیل شخص سمجھ گی جس نے اپنی ترقی کے لئے اسکو چھوڑ دیا۔ جس نے اس وقت اسکی رفاقت کا حق ادا کیا تھا جب اسکی شہرت چند ریڈیو سننے والوں تک محدود تھی۔ میرا اندازہ ہے ان باتوں نے اسکو پریشان کر کے رکھ دیا۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بجمہ سے ہمیشہ کے لئے پیچھا چھڑائے گا اور اس نے اس کو قتل کرنے کا یقینی ارادہ کر لیا۔ وہ موقع کا منتظر رہا اور آخر اس رات اسے وہ سنہرا موقع مل ہی گیا جس کا وہ بہت دنوں سے متلاشی تھا۔ بجمہ نے جب اسے فون کیا تو میری نقیش کے مطابق پہلے تو اس نے جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن پھر تھوڑی دیر بعد جانے پر تیار ہو گیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ کبھی راستے میں فیل ہو گئی تھی اور اسے سینما گھر پر بجمہ نہیں ملی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ بجمہ اسے مل گئی تھی اور بجلی واپسی کے راستے میں فیل ہوئی تھی۔ وہ چاہتا تھا آسانی واپس آسکتا تھا کیونکہ راستہ اس کا جانا پہچانا تھا لیکن تاریک رات نے اس کو ایک زرین موقع عطا کیا تھا اس نے آہستگی سے گاڑی روکی اور اطمینان سے اپنی بیوی کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ تاریکی کے سبب اسکی اس حرکت کو دیکھنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ پھر اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ اس کی لاش ٹھکانے لگائی اور ہم لوگوں کو سنا

کے لئے ایک کہانی مرتب کرتا ہوا گھر واپس آ گیا صبح ہوتے ہی وہ پولس اسٹیشن پہنچ گیا اور اپنی بیوی کی گمشدگی کی اطلاع دے کر کافی اچھی اداکاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔ وہ کسی ایسے شوہر کی اداکاری کر رہا تھا جسکی چہیتی بیوی گم ہو گئی ہو اور جسکی ایک لمحے کی جدائی بھی اسے تڑپا رہی ہو۔“ انسپکٹر سلیم خاموش ہو کر خاور کی طرف دیکھنے لگا۔ جو خاموشی سے میز پر رکھی ہوئی اس کتاب کے سرورق کو گھور رہا تھا جو وہ انسپکٹر کے آنے سے پہلے پڑھ رہا تھا صاف ظاہر تھا کہ اس نے سلیم کی گفتگو کا ایک ایک لفظ پورے انہماک سے سنا ہے۔

”مجھے اس قتل کا گمان ایک اور وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ پولس اسٹیشن پر رپورٹ درج کرانے سے پہلے اور رات کے آخری حصے میں وہ کافی دیر تک شہر کا چکر لگاتا رہا تھا اس کے بیان کے مطابق یہ چکر اس نے منجھ کی تلاش میں لگائے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ بغیر کسی علامت کے اس کا یہ سفر اپنی بیوی کے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔ میرا اندازہ ہے وہ اسکی لاش ٹھکانے لگانے کے لئے جگہ کی تلاش میں تھا۔“ انسپکٹر سلیم دہرا لگا رہا تھا۔

وکیل خاور بدستور کسی سوچ میں منہمک تھا۔ ”تھوڑی دیر بعد وہ سر اٹھا کر سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا: تم نے لاش کی تلاش کا آغاز کہاں سے کیا تھا؟“ شروع میں تو ہمیں کسی لاش کے ملنے کا امکان ہی نظر نہ آتا تھا۔ پھر بھی ہم نے زیادہ تر رشتہ داروں اور عزیزوں کے گھر کی تلاشی لی تھی۔ لیکن جب میں نے اس کیس کو نئے سرے سے مرتب کیا تو لاش کو ان راستوں پر تلاش کرنے کی کوشش کی جہاں سے اس رات کا مران

سب رنگ ملاجٹ



گزر رہا تھا۔ لیکن مجھے ناکامی ہوئی اور پھر میں نے اس کے گھر اور کار کی بھی باقاعدہ تلاشی لی لیکن مجھے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔“

”کیا تم نے اس امکان پر غور کیا ہے کہ خود منجھ اپنے کسی دوست کے ساتھ فرار ہو گئی ہو۔ گھریلو پریشانیوں کے سبب اس کا یہ قدم شعوری طور پر ناممکن نہیں ہو سکتا۔“

”ایسا ممکن ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اس کے قریبی عزیزوں اور دوستوں نے اس کے بارے میں جو باتیں بتائی ہیں اسکے مطابق وہ ایسے اقدام کو ہمیشہ برا سمجھتی تھی۔“

”یہ لوگ کس علاقے میں رہتے ہیں؟“ وہ کافی کا پاٹ کھول کر اس میں مزید کافی ملاتا ہوا بولا۔

”پہلے تو کامران اعظم روڈ کی ایک عمارت کی بالائی منزل میں رہتا تھا، لیکن جب وہ فلمی زندگی میں داخل

تیار رہنے کی ہدایت کرنے لگا۔

ہوا تو اس نے اولڈ ٹاؤن کی ایک بڑی عمارت خرید لی
تھی اور آج کل وہیں مقیم ہے۔ سلیم اپنے لئے کافی
نکالتے ہوئے بولا۔

”بجہ کون سے سینما ہاؤس گئی تھی؟“

”دانش روڈ کے شہستان سینما میں۔ وہاں ان
دنوں ایک محفل موسیقی منعقد ہوئی تھی۔“

خاور اپنی کرسی سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے
لگا۔ اس کا سنگار کب کا بچہ چکا تھا۔ مگر وہ اسے بدستور
اپنی انگلیوں میں دبائے ہوئے تھا۔ کافی دیر تک
کمرے میں سناٹا ماری رہا۔ صرف خاور کے قدموں
کی چاپ یا سلیم کے کافی پینے کی چکیوں کی آواز سنائی
دیتی، دونوں ہی اپنی جگہ کچھ سوچ رہے تھے۔

”چانک خاور ٹہلنے ٹہلنے رک کر سلیم کی طرف
مڑے بغیر بولا۔“ کامران کہاں مل سکتا ہے؟“

”آج کل وہ بظاہر اپنی بیوی کا ماتم کر رہا ہے
ویسے میں نے اسکی نگرانی کا انتظام کر رکھا ہے اور
ہر وقت تین سادہ لباس والے اسکی نگرانی کرتے ہیں۔“

”آٹھ بجنے والے ہیں۔۔۔ خاور اپنی گھڑی
دیکھتا ہوا بولا۔“ ۹ بجے تم کامران کو اطلاع
دینا کہ وہ ہمارے ساتھ اپنی بیوی کی تلاش میں چلنے کے
لئے تیار ہو جائے۔“

انسپکٹر سلیم نے کچھ پوچھنے کے لئے منہ کھولا
لیکن خاور اسکو اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”ابھی کچھ نہیں پوچھو ممکن ہے کہ ہم آج ہی لاش
اور قاتل کو دستیاب کر لیں۔“

دونوں نے ساتھ ہی رات کا کھانا کھایا۔۔۔
پھر خاور کی ہدایت پر وہ کامران کو فون کر کے

سواگیارہ بجے کے قریب خاور انسپکٹر سلیم کے
ہمراہ باہر نکلا۔ بارش دوبارہ شروع ہو چکی تھی
کامران کے گھر پہنچ کر وہ باہر کار میں ہی بیٹھا رہ گیا
اور سلیم کو ہدایت کی کہ وہ جا کر کامران کو بلا لائے۔
کئی بار دستک دینے کے بعد کامران کے ملازم نے دروازہ
کھولا۔ انسپکٹر سلیم کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ
سونے کے لئے جا چکا ہے۔ جب سلیم نے ملنے پر اصرار کیا تو
وہ اسے جگہ کے لئے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر
سلیم ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا کامران کے جھلاٹے ہوئے
سوالوں کا جواب دے رہا تھا۔ ”آخر اس وقت ہی
چلنے پر آپ کو کیوں اصرار ہے۔؟“

”بہت ممکن ہے اس وقت ہم اس کا سراغ پالیں۔“
سلیم نے جواب دیا۔ وہ خود بھی خاور کے اس مقصد کو
نہیں سمجھ سکا تھا۔ کہ آخر اسی وقت چلنے پر اس نے کیوں
اصرار کیا تھا۔ کامران بری بری شکلیں بناتا رہا وہ درمیان
قد اور چھری سے بدن کا ایک کھتے ہوئے رنگ آدمی تھا
اس کے بال گھونگر یا لے تھے اور کئی جگہوں سے ان پر
ابھار نمایاں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بڑبڑایا۔۔۔
”آپ حضرات کو معلوم ہے ہمارا کام کیا ہے؟“
اتفاق سے آج میرے پاس شوٹنگ کے لئے کوئی فلم
نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں سونا چاہتا تھا۔“

”خود ہمیں بھی آرام کے لئے کم ہی وقت ملتا ہے۔
۔۔۔۔۔ لیکن مجبوری ہے، فرض ساری چیزوں پر مقدم
ہے۔“ سلیم نے رکھائی سے جواب دیا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا اس وقت آپ کیا کر سکیں گے؟“
اپریل ۱۹۸۸

کیا اس وقت آپ اپنی بیوی کی لاش شناخت کرنے میں کچھ دشواری محسوس کریں گے؟ پشت سے ایک تیز آواز نے کامران کو چونکا دیا۔ وکیل خاور دروازے میں کھڑا اسے تیز لگا ہوں سے گھور رہا تھا۔۔۔۔۔

”لا۔۔۔۔۔ بٹش۔۔۔۔۔“ وہ تنہو کنگلتا ہوا بولا تو کیا لاش مل گئی۔۔۔۔۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ صاحبان نے کہا تھا کہ ابھی اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔“

”ہم نے ٹھیک کہا تھا۔۔۔۔۔ اور اب بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ آپ فوراً چلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔“ خاور کے حکمانہ لہجے نے کامران کو کرسی پر سے اٹھا دیا وہ لباس تبدیل کرنے کے لئے اندر کی طرف مڑنے لگا۔۔۔۔۔ لیکن خاور کی آواز نے اسکو ٹھہرا دیا۔ آپ اسی لباس میں چل سکتے ہیں ممکن ہے ہمارا کام جلد ہی ختم ہو جائے!“

تنہو ڈیویر بعد وہ خاور اور سلیم کے ہمراہ اپنے مکان سے باہر نکل رہا تھا۔ خاور کے اشارے پر سلیم میٹرنگ پر بیٹھ گیا اس نے کامران کو بھی سلیم کے برابر اگلی نشست پر بیٹھنے کا حکم دیا اور خود بھی اس کے برابر بیٹھ گیا۔ بارش نے کامران کو بھگایا تھا کیونکہ وہ برساتی پہننے ہوئے نہیں تھا۔ خاور نے کار کا عقبی نشیہ ایک خاص انداز سے موڑ دیا۔۔۔۔۔ دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے روانہ ہو گئی۔

بارش پھر تیز ہو گئی تھی۔ کامران پر کپکپی طاری ہو گئی تھی اس کا چہرہ پیلا ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ اچانک اس نے خاور سے پوچھا۔ ”ہم کو کہاں تک چلنا ہو گا؟“ بس تنہو ڈیویر تک۔۔۔۔۔

سب رنگ واریجٹ

خاور ایک خاص انداز سے مسکراتا ہوا بولا۔ وہ اسکی طرف نہیں دیکھ رہا تھا، گاڑی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ تنہو ڈیویر بعد خاور فرانسسیسی میں ایک دھن کنگلتا نے لگا، لیکن سلیم چونک پڑا، وہ اسے ہدایت دے رہا تھا کہ وہ گاڑی کو ان راہوں پر ڈالے جن راہوں پر اس دن کامران نے سفر کیا تھا۔ کامران کے چہرے پر زردی پھیل گئی تھی۔۔۔۔۔ پھر وہ بڑبڑانے لگا۔۔۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کون قتل کر سکتا ہے، کیا آپ لوگوں نے قاتل کو بھی پکڑ لیا ہے؟ ابھی نہیں لیکن ہمیں امید ہے کہ ہم جلد اسکا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

گاڑی ابھی راستوں پر جا رہی تھی۔۔۔۔۔ کبھی کبھی خاور ڈیویر لب مسکرانے لگتا۔ اچانک۔۔۔۔۔ گاڑی دورا ہے پر آگئی، سلیم چند لمحے کے لئے ٹھٹکا پھر اس نے گاڑی ایک سڑک پر موڑ دی۔۔۔۔۔ چند فرلانگ جانے کے بعد اچانک خاور نے گاڑی موڑنے کی ہدایت کی۔۔۔۔۔ اکتا کر کامران بڑبڑانے لگا۔۔۔۔۔ نہ جانے کب یہ سفر ختم ہو گا۔۔۔۔۔ کاش میں یہ پیشہ اختیار نہیں کرتا۔۔۔۔۔ کم از کم آسودگی کی نیند تو میں لے سکتا تھا۔“

”بہت دیر میں آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔۔“ خاور مسکراتا ہوا بولا۔ وقت گزر چکا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ کامران چونک کر بولا۔

”کوئی خاص نہیں۔“ خاور اسکو جواب دے کر سلیم سے بولا۔ کیا تمہاری کار میں زیادہ روشنی والا بلب نہیں ہے۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ اوپر لگا ہوا ہے۔“

انسپکٹر سلیم نے جواب دیا۔ "ذرا اسے روشن کر دو۔"
 گاڑی اب اونچی نیچی پہلاڑی ڈھلانوں پر چل
 رہی تھی۔ انسپکٹر سلیم ایک شاق ڈرائیور تھا ورنہ ان
 پھسلوان ڈھلانوں پر گاڑی چلانا ہر ایک کے بس کی
 بات نہیں تھی۔۔۔۔۔ گاڑی ایک گھاٹی کو عبور
 کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ بالائی بلب روشن ہو جانے
 کی وجہ سے پورا راستہ روشن ہو رہا تھا۔۔۔۔۔
 دفعۃً خاور نے اسے گاڑی روکنے کی ہدایت کی۔
 وہ تھوڑی دیر تک نیچے اتر کر چاروں طرف روشنی
 میں دیکھتا رہا۔۔۔۔۔ پھر وہ گاڑی میں واپس
 آکر اسے موڑنے کی ہدایت کر رہا تھا۔۔۔۔۔
 راستہ تنگ تھا۔۔۔۔۔ اس نے بمشکل گاڑی موڑی
 ۔۔۔۔۔ پھر اسکی ہدایت پر انسپکٹر سلیم گاڑی کو آہستہ
 چلا رہا تھا۔۔۔۔۔ کہ خاور نے اسے گاڑی گھاٹی
 میں روکنے کی ہدایت کی۔ کامران خاموش تھا۔
 بارش ختم ہو چکی تھی! "ادھو۔۔۔" انسپکٹر سلیم
 پر سرت آواز میں بولا۔ کسی گاڑی کے پھیپوں کے
 نشانات آگے کی طرف رہنمائی کر رہے تھے۔۔۔۔۔
 وہ آہستگی سے گاڑی کو ان پھیپوں کے نشانات پر
 آگے بڑھاتا چلا گیا۔ کار میں مکمل خاموشی تھی۔
 صرف انجن کی آواز تھی یا پھر کبھی کبھی کامران کی تیز
 چلتی ہوئی سانس کی آواز سنائی دیتی تھی۔

اچانک انسپکٹر سلیم نے کار ایک جھٹکے کے ساتھ
 روک دی۔۔۔۔۔ کچھ فاصلے پر ابھری ہوئی ایک
 مخروطی چٹان ان کے سامنے۔۔۔ حائل تھی،

"بس یہیں اتر جاؤ۔۔۔۔۔ ہاں۔" مارچ نکال
 لینا۔" خاور نے پرسکون انداز میں کہا۔!

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں چٹان پر پہل قدمی

کے انداز سے ٹہل رہے تھے، کامران ان لوگوں کے
 ساتھ گویا گھسٹ رہا تھا۔۔۔۔۔ خاور ہر طرف
 روشنی ڈال کر کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔
 ۔۔۔۔۔ اور بالآخر اس کے ٹارچ کی روشنی ایک جگہ
 جا کر ٹھہر گئی۔۔۔۔۔ خوف سے لرزتی ہوئی ایک گھٹی
 گھٹی سی آواز کامران کے حلق سے نکلی اور وہ لڑکھڑا
 کر ڈھیر ہو گیا۔! خاور تیزی سے اسکی طرف جھپٹا
 دوسرے ہی لمحے وہ اسکی نبض ٹوٹتا ہوا بولا۔ بے
 ہوش ہو گیا ہے۔ اسے یونہی پڑا رہنے دو اور
 جا کر کار کی پچھلی نشست نکال لاؤ!۔۔۔۔۔ اور ہاں
 ۔۔۔۔۔ بلب کا رخ اس طرف موڑ دینا۔!

انسپکٹر تیزی سے کار کی طرف بھاگا۔!

تھوڑی دیر بعد خاور ٹارچ بجھا کر اس لاش
 کا جائزہ لے رہا تھا جو ایک چٹان کے سہارے دبا
 دی گئی تھی۔ بلب کی تیز روشنی ارد گرد اجالا کئے
 ہوئے تھی۔ منجھ کی لاش ابھی تک خراب نہیں ہوئی
 تھی۔ اس کے چہرے پر ابھری ہوئی آنکھیں بتا رہی
 تھیں کہ اسے بیدردی سے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا
 گیا ہے۔ اس کے دانت باہر نکل کر اوپری ہونٹوں
 میں پیوست ہو گئے تھے۔ اس کا تمام جسم لکڑی کی طرح
 اکڑ گیا تھا۔ خاور نے سلیم کی مدد سے اسکی لاش
 باہر نکالی اور اسے کار سے نیچے نکالی ہوئی نشست
 پر ڈال کر گاڑی کی طرف لے چلے۔!

تھوڑی دیر بعد وہ واپس ہو رہے تھے۔
 کامران ابھی تک بے ہوش تھا۔ بڑی مشکل سے
 ان لوگوں نے اسے اپنے درمیان بٹھا رکھا تھا۔
 "کیوں۔۔۔؟ انسپکٹر صاحب کہیے کیا خیال
 ہے۔" خاور گاڑی موڑتا ہوا بولا۔
 پریشان

اس کو اس انداز سے موڑ دیا تھا کہ اس میں کامران کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا اس طرح میں اس کی طرف دیکھے بغیر اس کے خیالات کا مشاہدہ و مطالعہ کر رہا تھا۔
... جب تم نے دورا ہا عبور کیا تھا اور دوسری سڑک پر کار روک لی تھی تو اس کے چہرے پر طینان کی جھلک نظر آئی تھی۔ میں نے فوراً تم کو گاڑی دوسرے راستے پر چلانے کو کہا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ کافی مضطرب ہے اور پھر جب تم نے وہ گھاٹی بغیر کے عبور کر لی تو اس نے اطمینان سے اپنا پیر آگے پھیلا لیا تھا۔ میں نے تم کو واپس ہونے کی ہدایت کی تو اس کے پیر کپکا رہے تھے۔
... اور پھر بعد کے واقعات تم نے خود دیکھ لئے۔“

گاڑی پولس اسپتال میں داخل ہو رہی تھی۔
... مطلع صاف ہو گیا تھا اور چاند کی تیز روشنی نے ایک مسحور کن کیفیت پیدا کر دی تھی۔

د اس کہانی کا مرکزی خیال ایک انگریزی کہانی سے لیا گیا ہے،

Zegham imran

لائل پور میں
سب رنگ ڈائجسٹ
شرق نیوز ایجنسی
پچھری بازار سے طلب فرمائیں۔

اس کے لہجے میں شوخی جھلک رہی تھی۔
”سب ٹھیک ہے گلے پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات اسے قاتل ثابت کرنے میں بڑے معاون ثابت ہوں گے۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم ٹھیک مقام پر کیسے پہنچ گئے۔“
”آہا۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔“ خاور ہنستا ہوا بولا۔
اب میں نفسیات کے کلیوں پر ایمان لانے کو تیار ہوں،
”کیا مطلب۔“ چہ سلیم نے اسے اس انداز سے گھورا جیسے اسے خاور کی دماغی کیفیت کے بارے میں شک ہو!۔

”اوہو۔۔۔۔۔ وہ بدستور ہنستا ہوا بولا۔
”تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں پاگل ہو گیا ہوں عزیز مریم یہ بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ تمہارے آنے سے پہلے میں ایک پروفیسر کا وہ استدلال پڑھ رہا تھا، جو اس نے اس موضوع پر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص، کوئی چیز کہیں چھپاٹے اور اگر اسے ان اطراف میں لے جایا جائے تو چہرے کے تاثرات نمایاں طور پر اس کی اندرونی کیفیتوں اور خیالات کو اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہو گا میں نے عقبی شیشوں

جہلم میں
سب رنگ ڈائجسٹ
طارق نیوز ایجنسی
جی۔ٹی روڈ، نیو پنجاب بس اڈا
سے طلب فرمائیں۔